* راحیلہ عنبرین

شیکسپیئر کے ڈرامہ ''رومیو اور جولیٹ'' اور وارث شاہ کی ''ہیر'' کے نسوانی کرداروں کا تقابلی جائزہ

Abstract:

Females grappled for their existence and face many problems and obstacles in every field of life. She is exploited. She faced male dominating society in all over world; even she has not allowed to chose her life partner with her own choice. In''Heer'' Waris shah presented Heer and Sehti as a bold, true and sincere characters in their love with Ranjah and Murad, but other characters are mixed customary and introvert. In Shakespeare's drama Romeo & Juliet heroin of the play also face male dominating society. Although these female characters belongs to different societies but both faced tragic end.

Keywords: *Shakespeare, Romeo & Juliet, Waris Shah, Heer, Female Character, Sehti, Society*

شیکسپیئر کا تعارف:

عظیم ڈرامہ نگار ولیم شیکسپیئر 1564ء میں وارِوک شائر (Warwickshire) کے ایک گاؤں اسٹراٹفورڈ اپان ایون (Avon-Upon-Stratford) میں پیدا ہوئے۔والد جان شیکسپیئر گوشت، پشم، اناج وغیرہ فروخت کیا کرتے تھے۔ اس بنا پر یہ بات مشہور ہے کہ شیکسپیئر قصاب کا بیٹا ہے۔ (1) باپ طویل عرصے تک خوشحال زندگی بسر کرتا رہا اور اپنے آس پڑوس میں اُس کی بڑی عزت وحرمت تھی حتیٰ کہ اپنے علاقے کے سماجی کاموں کو سرانجام دیا کرتا تھا۔ ایک دفعہ میونسپلٹی کا صدر بھی چنا گیا۔ اسی عرصہ میں جان شیکسپیئر کو ناموافق حالات پیش آئے اور مالی مشکلات سے دوچار ہوا۔ چنانچہ 1587ء میں مجبور ہوا کہ اپنی زمین اور جاگیر کا کافی حصہ گروی رکھے۔ آخر کار دیوالیہ ہو گیا۔ یہ پہلی مصیبت اور تکلیف تھی جس میں ولیم شیکسپیئر ابتدائی عمر میں مبتلا ہوا یعنی اپنے خاندان کی دولت کا زوال دیکھا اور یہ بھی دیکھا کہ اس کا باپ کس طرح عزت اور دولت کی بلندی سے ذلت اور مفلسی کے گڑھے میں گرا۔

شیکسپیئر نے ابتدائی تعلیم لاطینی زبان کی ابتدائی مشقوں سمیت اسٹراٹفورڈ کے ہائی سکول میں حاصل کی لیکن تیرہ سال کی عمر میں مجبوراً تعلیم چھوڑ دی تا کہ تنگدستی اور مفلسی کے دنوں میں باپ کی مدد

کرے۔ یوں وہ باپ کے ساتھ کاروبار میں مصروف ہو گیا۔[2] اس کے پانچ سال بعد علاقہ شاٹری کے ایک کسان کی بیٹی این ہاتھاوے سے شادی کر لی۔ اس شادی سے زندگی کی پریشانی اور مشکل میں مزید اضافہ ہو گیا۔ بظاہر یہ شادی جبراً تھی گویا کہ دلہن کے خاندان کی طرف سے اسے معاشی امور کی اصلاح لازم ہو گئی۔ دلہن جو دولہا سے عمر میں آٹھ برس بڑی تھی اس سے شیکسپیئر کے تین بچے پیدا ہوئے۔ اس نے مجبوراً اسٹراٹفورڈ کو چھوڑ دیا اور اپنے ستارے کی نحوست کے اثر سے اپنے وطن کی زندگی کو چھوڑا اور لندن چلا گیا اور کچھ عرصہ تھیٹریکل کمپنیوں کے، جو بڑے بڑے لوگوں کی سرپرستی میں تھیں، ایکٹروں میں شامل ہو گیا۔ شیکسپیئر ان لوگوں میں پہلے قلی اور پھر ایکٹر کے طور پر کام کرنے لگا۔ رفتہ رفتہ ترقی کر کے ایکٹروں کے کام کا ناظم مقرر ہوا۔ پھر اپنی فطری دانائی اور عقل کے اظہار کے نتیجہ میں ڈرامہ نویسی کا قلم ہاتھ میں لیا۔ آخر کار دنیا کے مشہور مصنفوں میں شمار ہوا۔

1592ء میں وہ ڈرامہ نویسی کے ساتھ ساتھ ایکٹنگ بھی کرتا رہا اور اُس نے چند سال اسی طرح بسر کیے۔ 1603ء میں اس کا نام ان ایکٹروں کی جماعت میں جو انگلستان کے بادشاہ جمیس اول کی خاص مہربانی کا باعث بنے تھے، لیا گیا۔ ڈرامہ نویسی اور ایکٹنگ کا کام اسٹراٹفورڈ کے دیہاتی لڑکے کے لیے نہایت مفید ہوا اور وہ اپنے خاندان کی پریشان حال زندگی کو درست کرنے کے قابل بن گیا۔ لوگوں نے لکھا ہے کہ وہ ایک سال میں ایک سو لیرا تنخواہ پاتا تھا۔ اس کے علاوہ ڈرامے اور حکایتیں لکھنے سے بھی اسے آمدنی ہوتی تھی۔ وہ ہر سال کم از کم دو ڈرامے لکھتا تھا اور ہر ایک کے صلے میں دس لیرہ اجرت لیتا تھا۔ 1599ء کے بعد اس اجرت میں اضافہ ہو گیا۔ اسی سال ایک نیا تھیٹر گروپ گلوب لندن میں قائم ہوا، شیکسپیئر اس میں شامل ہو گیا۔ یہاں اسے بہت سا نفع حاصل ہوا، اس آمدنی سے اُس نے کافی مال جمع کیا اور اپنے وطن میں کچھ ملکیت یعنی زمین خریدی اور 1597ء میں اسی شہر اسٹراٹفورڈ میں ایک مکان خریدا۔ اس کے بعد 1602ء میں کچھ زمین تقریباً ایک سو جریب کا اضافہ کیا۔ اب دن بدن اس کی دولت اور عزت بڑھتی جاتی تھی۔ دوسری طرف اس کی شیریں قلم اور دلنشین تحریروں نے اسے لندن میں ہر خاص و عام میں مشہور کر دیا۔ ادیبوں اور شاعروں کی جماعت میں بھی اور بزرگوں اور سرداروں کی جماعت میں بھی عزت و احترام حاصل کیا۔ وہ ہمیشہ اپنے شعروں اور نظموں کو ملک کے بڑے بڑے لوگوں کے نام پر شائع کرتا۔ چنانچہ اُس نے نظم وینس واڈونس (Adonis Venus &)، ہنری وریوٹزلی (Henry Wriothesley) کے نام پر جو علاقہ ساؤتھمپٹن (Southampton) کا سردار تھا معنون کی۔ ایک سال بعد اشعار موسومہ بہ The Rape of Lucrece اسی بزرگ کے نام شائع کیے۔ 1596ء میں اس کا بیٹا ہامنت (Hamnet) مر گیا۔ اس واقعہ سے شاعر کی روحانی تکلیفوں اور مصیبتوں پر ایک اور تکلیف کا اضافہ ہو گیا۔ بہرحال مسلسل سالوں کے درمیان 1611ء تک اس کے ڈرامے اور تصانیف ہمیشہ شائع ہوتے تھے جو وہ خاندانی زندگی کے حالات کی درستی کے لیے لکھتا تھا۔ آخر

اسی سال شیکسپیئر نے عملی زندگی سے علیحدگی اختیار کر لی اور اسٹراٹفورڈ کے نیو پیلس میں ٹھکانہ کیا۔ اس کے بعد شاذ و نادر لندن میں آیا اور آخرکار 1616ء میں انتقال کر گیا۔

وارث شاہ کا تعارف:

شاعر اور عظیم دانشور وارث شاہ موضع جنڈیالہ شیر خان ضلع شیخوپورہ میں 1720ء میں سید گل شیر شاہ کے گھر پیدا ہوئے۔[3] تفسیر، حدیث، فقہ، تاریخ وغیرہ جیسے علوم پر عبور رکھتے تھے۔ اس کے علاوہ طب، علمِ نجوم اور موسیقی سے بھی درک رکھتے تھے۔ وہ تصوف و عرفان کے اسرار و رموز پر بھی گہری نظر رکھتے تھے اور عربی، فارسی، ہندی اور پشتو زبانیں بھی جانتے تھے۔ تنویر بخاری اپنی کتاب "وارث شاہ" میں ڈاکٹر موہن سنگھ دیوانہ کے حوالے سے آپ کی تعلیم کے ضمن میں لکھتے ہیں:

> ''وہ مکتب کا تعلیم یافتہ تھا۔ اُس نے درسی کتابوں کی فہرست دی ہے۔ طب کی کتابوں کے نام بھی اُسے معلوم ہیں۔ جوگ کریا کے بارے میں بھی جانتا تھا۔ اُس کی معلومات بہت وسیع ہیں۔ اُسے کھیتی باڑی کا تجربہ بھی تھا۔ وہ اپنے عہد کے سیاسی اور مذہبی واقعات کو گہری نظر سے دیکھ چکا تھا۔ گانے کا بھی شائق تھا، سب راگوں سے واقف تھا۔ غالباً اُس نے ہیر کئی لوگوں کو گا کر سنائی۔ وہ تصوف سے واقف تھا اور عربی فارسی واجبی جانتا تھا۔ وہ مشہور پنجابی مصنفین کے عشقیہ قصوں کا مطالعہ کر چکا تھا۔ وہ اپنے عہد کے مسلمانوں اور سیاسی لیڈروں پر تنقید کرنے کی جرات رکھتا تھا۔ وہ اشراف، کمینوں، سیدوں، جاٹوں، مردوں، عورتوں، جوگیوں، ملاؤں اور گرہستیوں کی کمزوریوں اور اچھائیوں سے خوب واقف تھا۔ سفر کرتا تھا۔ پنجاب کی بولیوں سے بھی واقف تھا۔ ہندوی اور پہاڑی بولیوں کی مثالیں اُس کے کلام میں موجود ہیں۔ وہ عربی، فارسی، سنسکرت، پنجابی اور دیگر قصوں کا مطالعہ کر چکا تھا۔''[4]

آپ قصور کے مولانا غلام مرتضٰی کے شاگرد ہوئے اور جوانی ملکہ ہانس ضلع ساہیوال میں مسجد کے پیش امام کی حیثیت سے گزاری۔ قصور اُس دور میں تصوّف کے حوالے سے ایک اہم علاقہ تصور کیا جاتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ بلھے شاہ کے علاوہ بابا فرید گنج شکر کے والد گرامی قاضی جمال الدین بھی کابل سے آ کر پہلے قصور ہی میں مقیم ہوئے اور پھر سلطان شہاب الدین غوری کے حکم پر ملتان (کوٹھے وال) جا بسے۔ ہیر کے علاوہ بھی آپ کی کئی تصانیف ہیں مگر ''ہیر'' کو جو شہرت ملی، پنجابی ادب میں شاید ہی کسی دوسری کتاب کو نصیب ہوئی ہو۔ یہ ایک ایسی ولولہ انگیز عشقیہ داستان ہے جو صدیوں سے پنجاب میں مقبول ہے۔ مقولہ شاعر اُن کے قصے کا وہ حصہ ہے جس میں دائمی سچائیوں کو اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ

اکثر مصرعے ضرب المثل کا درجہ اختیار کر چکے ہیں۔ وارث شاہ کو پنجابی کا شیکسپیئر، حافظ اور فردوسی [5] بھی کہا جاتا ہے جس نے ایسا منظوم ڈراما تخلیق کیا جو رہتی دنیا تک پنجابی ادب میں زندہ رہے گا۔ وارث شاہ نے بھی بُلھے شاہ، شاہ حسین اور میاں محمد بخش کی طرح مجرد زندگی گزاری اور 1798 عیسوی میں وفات پائی۔[6] آپ کا مزار جنڈیالہ شیر خان ضلع شیخوپورہ میں ہے۔

ڈرامہ ''رومیو اور جولیٹ'' اور ''ہیر'' کا مختصر ترین تعارف:

رومیو اور جولیٹ اور ہیر رانجھا وہ محبت بھری داستانیں ہیں جن کا اختتام نہایت المیہ ہے۔ دونوں میں دو نوجوانوں، جنہیں آنکھ جھپکنے میں ایک دوسرے سے پیار ہو جاتا ہے، کا پیار پروان چڑھتا ہے اور لمحوں میں اختتام کو پہنچ جاتا ہے۔ طویل عرصہ گزر جانے کے بعد بھی اُن کا یہ پیار زندہ ہے۔

رومیو اور جولیٹ اور ہیر کے نسوانی کرداروں کا تقابل:

رومیو اور جولیٹ میں خواتین کو معمولی کردار سونپے گئے ہیں۔ پورے ڈرامے میں، خواتین کے حقوق یکساں ہیں یعنی پدرسری سماج میں مردانہ بالا دستی کے زیر سایہ سانس لیتی عورت کی حیثیت نہایت کم تر درجے کی ہے۔ شیکسپیئر کے دیگر ڈراموں کے ماحول کی طرح سولھویں اور سترھویں صدی کے مردانہ سماج میں عورت سوائے مردوں کی فرمانبرداری کرنے کے اور کچھ نہیں کر پاتی۔ انہیں صرف "ماں" کا کردار ادا کرنا ہے جس کا کام بچوں کی دیکھ بھال اور پرورش کرنا ہے۔ یا پھر باپ کی فرمانبردار بیٹی جسے صرف باپ کا حکم ماننا ہے اور یا پھر وہ ایک بیوی ہوگی جو ہر حال میں خاوند کے سامنے سر جھکائے کھڑی رہے اور اگر کسی عورت کے دماغ میں نافرمانبرداری کا خیال تک بھی آیا تو اس کے ساتھ سختی سے نمٹا جائے گا۔ مثال کے طور سیمپ سن کہتا ہے:

‹Tis True, and therefore women, being the weaker vessels,
is ever thrust to the wall…[7]

ترجمہ: یہ سچ ہے چونکہ عورت کمزور ہوتی ہے اس لیے وہی دیوار میں گھسائی جاتی ہے۔

مرد کی نظر میں عورت صنفِ نازک ہے اور مردوں جیسے کام کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔ عورت اور مرد کی اس غیر منصفانہ تقسیم میں عورت کو اپنے جیون ساتھی کے انتخاب کے لیے نہایت کم مواقع میسر تھے۔ شادیاں عام طور پر خاندان والے ہی طے کرتے تھے اور دونوں خاندانوں کے مالی و دیگر مفادات کے حصول کی خاطر شادیاں کی جاتی تھیں۔ رومیو اور جولیٹ کے خاندان میں برسوں سے دشمنی چلی آ رہی تھی جس کے باعث اُن کا ملاپ مشکل تھا۔ مثال کے طور پر:

Nor what is mine is shall never do thee good…. [8]

ترجمہ: اور جو میرے اپنے ہیں وہ کبھی کوئی بھلائی تیرے ساتھ نہ کریں گے۔

یہ کیپولٹ کے وہ الفاظ ہیں جو اُس نے اپنی بیٹی جولیٹ سے اُس وقت کہے تھے جب اُس نے پیرس سے شادی کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ کہنے لگا وہ اُسے جائیداد سے مکمل طور پر الگ کر دے گا۔ ان الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ عورت کی حیثیت صفر کے برابر تھی۔ اگر اُس نے مرد کی خواہشات کی تکمیل نہ کی تو اُسے انسان ماننے سے بھی انکار کر دیا گیا یہاں تک کہ جب جولیٹ نے رومیو سے شادی کی بات کی تو پھر بھی اُس کے والدین نے ایسا نہیں ہونے دیا۔

ہم دیکھتے ہیں سولہویں اور سترھویں صدی کے انگلستان کے معاشرے میں عورت اور مرد کے حقوق کا تعین مستقل بنیادیوں پر کیا جا چکا تھا یعنی عورت کو مرد (والد، بھائی اور خاوند) کی بالادستی ہر حالت میں قبول کرنی ہے۔ اگرچہ جولیٹ ان اصولوں سے بغاوت کی جرات کرتی ہے مگر ڈرامے میں صرف ایک بار ہی ایسا ہو پایا ہے۔ اُس کی اس جرات کی سزا اُسے آخر میں خود کو زہر کھا کر مرنے کی صورت میں دی جاتی ہے:

My dismal scene Ineed must act alone (9)

ترجمہ: اب تو جو کچھ کرنا ہے مجھ اکیلی کو کرنا ہے۔

جولیٹ کے یہ الفاظ عورت کے کمزور ہونے کی عمدہ دلیل ہے۔

کچھ ایسی ہی صورت حال ہمیں ہیر وارث شاہ میں نظر آتی ہے۔ ہیر اگرچہ والدین کی حکم عدولی کرتی ہے اور پھر زور زبردستی سے ہی سہی سیدے کھیڑے کے ہمراہ رخصت ہو جاتی ہے مگر خاندان والے اُس کے اس جرم کو کبھی معاف نہیں کرتے۔ آخر کار جب عدالت سے ہیر اور رانجھے کے حق میں فیصلہ ہو جاتا ہے پھر بھی وہ ہیر رانجھے کے ساتھ روانہ کرنے کی بجائے اُسے زہر دینا زیادہ مناسب سمجھتے ہیں۔

سیالاں بیٹھ کے سَتھ وچار کیتی بھلے آدمی غیرتاں پالدے جی
یارو گل مشہور جہان اُتّے سانوں مہنے ہیر سیال دے جی
پت رہے گی نہ جے تور دِتی نڈھی نال مُنڈے مہینوال دے جی
پھٹ جیبھ دے کا لکاں بیٹیاں دیاں عیب جوانی دے مہنے کال دے جی
جتّھوں کھاوناں تتھوں دا برا منگن دغا کرن ہوے محرم حال دے جی
قبر وِچ دیوث خنزیر ہوسن اولاد سبھ کرندین رال دے جی
عورت آپنی کول جے غیر ویکھن غیرت کرن نہ اوس دے حال دے جی
مُنہ تنہاں دا ویکھنا خُوک وانگوں قتل کرو رفیق جو نال دے جی
سیّد شیخ نُوں پیر نہ جاننا ایں عمل کرے جے اوہ چنڈال دے جی
ہوئے چُوہڑا ترک حرام مُسلم، مسلمان سبھ اوس دے نال دے جی
دولتمند دیوّث دی ترک صحبت مگر لگیے نیک کنگال دے جی

کوئی کچکرا لعل نہ ہو جاندا جے پرویئے نال اوہ لعل دے جی
زہر دے کے ماریئے نڈھڑی نُوں گنہگار ہو جل جلال دے جی
مار سٹّیا ہیر نُوں ماپیاں نیں ایہ پیکھنے اوس دے خیال دے جی
بدعملیاں جیہناں تھوں کریں چوری محرم حال تیرے وال وال دے جی
سانوں جنّتی ساتھ رلاونائیں اساں آسرے فضل کمال دے جی
جیہڑے دوزخاں نُوں بنّھ تورئینگے وارثؔ شاہ فقیر دے نال دے جی(10)

ترجمہ: سیالوں نے اس مسئلے کے حل کے لیے برادری کو اکٹھا کیا اور اس نتیجے پر پہنچے کہ بھلے غیرت مند لوگ اپنی عزتوں کی حفاظت خود ہی کرتے ہیں، ان کے مدنظر ہمیشہ خاندان کی عزت اور غیرت ہوتی ہے۔ کہنے لگے یہ بات دنیاوالوں کے سامنے پھیل گئی تو لوگ ہمیں بے غیرتی کے طعنے دیں گے۔ اگر ہم لوگوں نے ہیر کو چاک کے ساتھ رخصت کر دیا تو ہماری کوئی عزت آبرو نہیں رہے گی۔ لوگوں کے کہے ہوئے الفاظ کے زخم، بیٹی کی بدنامی، جوانی کے عیب دیکھنے والوں کے طعنے، ہمیں ذلیل وخوار کر کے رکھ دیں گے۔ یہ محرم راز لوگوں کا حال کہ وہ جہاں کھاتے ہیں وہاں انھی لوگوں کے ساتھ دغا کرنے پر اُتر آتے ہیں۔ ایسے لوگ قابل اعتبار کیسے ٹھہریں۔ وہ لوگ قبروں میں جا کر خنزیر بن جائیں گے جو دھن مال اور اولاد کے سلسلے میں لالچ میں آ جایا کرتے ہیں اور جو لوگ اپنی عورت کے پاس غیر آدمی کو دیکھ کر بھی غیرت نہیں کھاتے اور وہ لوگ جو اپنے ہی ساتھیوں کو قتل کر دیں ایسے لوگوں کو دیکھنا تو ایسے ہی ہے جیسے سور کو دیکھنا اور اگر سید اور شیخ بھی چوہڑے چنڈال کے سے عمل کریں تو ان کو کبھی بھی پیر نہیں مانا جا سکتا اور دوسری طرف اگر چوہڑا ترکِ حرام کر دے اور کلمہ گو بن جائے تو وہ بھی باقی مسلمانوں کی طرح کا مسلمان ہوگا۔ پھر اس میں اور دیگر مسلمانوں میں کوئی فرق باقی نہیں رہتا۔ اگر دولت مند دیوث ہے تو اس کی مجلس ترک کر دینی چاہیے اور کنگال اگر نیک ہے تو اس کی تقلید کرنی بہتر ہے۔ کانچ کبھی بھی لعل نہیں ہو سکتا خواہ اسے لعل کے ساتھ پرو دیا جائے۔ ہمیں چاہیے کہ اس نڈھڑی کو زہر دے کر مار ڈالیں تا کہ عزت آبرو بچ نکلے۔ بے شک ہم ایسے عمل سے اللہ تعالیٰ کے کے گناہ گار ہی کیوں نہ ٹھہرائے جائیں، ہمیں اس کی پروا نہ ہوگی۔ لوگ زیادہ سے زیادہ یہ کہیں گے کہ ماں باپ نے ہیر کو زہر دے کر مار دیا۔ ساتھ یہ بھی تو کہیں گے کہ یہ سارے کام خدا کی رنگا رنگ قدرت کی نشانیاں ہیں۔ اے بدکردار انسان تو جس سے چھپ چھپ کر بدکرداریاں کرتا ہے، بُرے فعل کرتا ہے، وہ تیری رگ رگ سے واقف ہے۔ ہمیں صرف تیرے فضل کے آسرے درکار ہیں اور ہمیں مکمل امید اور آس ہے کہ تو ہمیں جنتی لوگوں میں شامل کرے گا۔ وہ لوگ جو دوزخوں کو باندھ کر بھیج دیے جائیں گے وہ

لوگ وارث شاہ فقیر کی طرح کے ہوں گے۔ (11)

جیسا کہ گذشتہ صفحات میں بیان کیا جا چکا ہے کہ شیکسپیئر کے ڈراموں کے نسائی کردار نہایت کمزور ہیں۔ ڈرامے میں نہ صرف جولیٹ مردانہ قوانین کی مکمل تابع ہے بلکہ اُس کی ماں اور جولیٹ کی نرس بھی والد کے احکامات ماننے کی پابند ہے۔ اس کی ایک توجیہہ یہ کی جاسکتی ہے کہ شیکسپیئر چونکہ چاہتے تھے کہ کمزور نسائی کرداروں سے بغاوت کروا کر انہیں نمایاں کر سکیں تا کہ پڑھنے اور ڈرامہ دیکھنے والوں پر اس کا گہرا اثر ہو۔ نسائی کرداروں کے کمزور ہونے کے دلائل ذیل کی مثالوں سے واضح ہیں:

Lady Capulet: Ay, sir:she will none, she gives you thank,
I would the fool were married to her grave.(12)

ترجمہ: لیڈی کیپولٹ: جی ہاں سنا تو دیا مگر اسے تو شادی کرنی ہی منظور نہیں۔ یوں تو وہ آپ کی بہت شکرگزار ہے مگر بیوقوف ہے۔ نادان کہتی ہے کہ شادی کروں گی بھی تو اپنی قبر سے کروں گی۔ (ترجمہ بقلم مقالہ نگار)

Capulet: Soft! Take me with you, take me with you, wife.
How! Will she none? Doth she not give us thanks?
Is she not proud? Doth she not count her blest.
Unworthy as she is, that we have wrought
So worthy a gentleman to be her bride? (13)

ترجمہ: کیپولٹ: بیگم! کیا بکواس کرتی ہو۔ خدا جانے میں تمہارا مطلب ٹھیک بھی سمجھا ہوں یا نہیں؟ کیا کہتی ہے کہ شادی نہیں کرے گی یعنی ہمارے احسانات ماننے سے انکار ہے۔ اسے غرور نہیں کہتے تو کیا کہتے ہیں۔ کیا اس بات کو وہ اپنے حق میں اچھا نہیں سمجھتی کہ باوجود نالائق ہونے کے ہم نے ایک لائق آدمی کو دلہا بننے کے لیے تیار کر لیا ہے۔ (ترجمہ بقلم مقالہ نگار)

Juliet: Not proud, you have;but thankful, that you have:
Proud can Inever be of what Ihate;
But thankful even for hate, that is meant love. (14)

ترجمہ: جولیٹ: یہ جو کچھ آپ نے کیا مجھے اس پر کسی قسم کا فخر وناز نہیں ہوسکتا۔ البتہ میں آپ کی منت گزار ضرور ہوں۔ (ترجمہ بقلم مقالہ نگار)

Juliet: Good father, Ibeseech you on my knees,
Hear me with patience but to speak a word (15)

ترجمہ: جولیٹ: میرے اچھے ابا جان۔ آپ کے قدموں پر سر رکھ کر کہتی ہوں کہ جو کچھ مجھے کہنا ہے اسے صبر سے سن لیں۔ مجھے کچھ زیادہ عرض نہیں کرنا۔ صرف ایک بات کہنی ہے۔ (ترجمہ بقلم مقالہ نگار)

Capulet: Hang thee, young baggage! Disobedient wretch!
I tell thee what: get thee to church o' Thursday,
Or never after look me in the face:
Speak not, reply not, do not answer me (16)

ترجمہ: کیپولٹ: دور رہو، نالائق، نامراد، نافرمان، بس کہے دیتا ہوں کہ جمعرات کے دن گرجا جانا پڑے گا۔ اگر نہ گئی تو پھر مجھے اپنی صورت نہ دکھانا۔ خبردار! جو زبان کھولی یا جواب دیا۔ (ترجمہ بقلم مقالہ نگار)

Nurse: God in heaven bless her!
You are to blame, my lord, to rate her so. (17)

ترجمہ: نرس: آسمانوں کا خدا اس پر اپنی رحمت کرے۔ سارا قصور آپ کا ہے کہ آپ اس طرح اس کی بدگوئیاں کر رہے ہیں۔ (ترجمہ بقلم مقالہ نگار)

Capulet: And why, my lady wisdom? Hold your tongue,
Good prudence; smatter with your gossips, go. (18)

ترجمہ: کیپولٹ: اور کیوں میری عقل مند خاتون، اپنی زبان کو قابو میں رکھو۔ جاؤ اپنی ہم عمروں میں گپیں ہانکو یہاں تیرا بولنا بے مقصد ہے۔ (ترجمہ بقلم مقالہ نگار)

درج بالا عبارات میں جولیٹ کی شادی کے متعلق گفتگو ہو رہی ہے۔ وہ یہ تک نہیں جانتی کہ باپ اُس کی شادی کس کے ساتھ طے کر رہا ہے۔ جولیٹ بطور بیٹی اپنے والد کیپولٹ کی بہت عزت کرتی ہے بلکہ اُس سے پیار کرتی ہے۔ تاہم شادی کے سلسلے میں وہ اپنی رائے رکھتی ہے اور اپنے ناراض والد کو دلائل سے قائل کرنا چاہتی ہے۔ دوسری جانب لارڈ کیپولٹ سخت غصے میں ہے اور کسی کی بات سننے کو تیار نہیں۔ جولیٹ تو پھر باپ کے سامنے تھوڑا بہت بول لیتی ہے مگر اُس کی ماں اور نرس تو بات شروع کرتے ہی چُپ کرا دی جاتی ہیں۔ اس موقع پر مردانہ سماج کے کردار حاوی دکھائی دیتے ہیں۔

مزید برآں جولیٹ کے منگیتر کاؤنٹ پیرس کا نقطہ نظر بھی لارڈ کیپولٹ کی طرح کا ہی ہے۔ اُس کا بھی خیال ہے کہ جولیٹ ابھی نوجوان ہے اور وہ اچھے بُرے میں تمیز روا نہیں رکھ سکتی۔ وہ چاہتا ہے کہ جولیٹ اپنے خیالات پر نظر ثانی کرے اور اپنی ذمہ داریوں کو مدنظر رکھے۔

Paris: Happily met, my lady and my wife
Juliet: That may be, sir, when I may be a wife.
Paris: That may be must be, love, on Thursday next (19)

ترجمہ: پیرس: خوب ملاقات ہوئی میری بیگم میری بیوی۔
جولیٹ: بیوی تو جب کسی کی ہو جاؤں گی شاید اس وقت آپ کا یہ جملہ درست ہو گا۔
پیرس: شاید کیسا آپ کو تو مجھ سے بیاہ کرنا ہی پڑے گا۔ پیاری جمعرات کے روز ضرور۔ (ترجمہ بقلم

مقالہ نگار)

Paris: The face is mine, and thou hast slander'd it
Juliet: It may be so, for it is not mine own [20]

ترجمہ: پیرس: یہ صورت تو اب میری ہے۔ گویا آپ نے میری صورت کو بُرا کہا۔ جولیٹ: ممکن ہے ایسا ہی ہو کیونکہ یہ صورت خود میری نہیں ہے۔ (ترجمہ بقلم مقالہ نگار)

جولیٹ کے پیرس کو جواب کی آخری لائن نہایت معاندانہ ہے۔ اپنے جواب میں وہ انہیں یاد دلاتی ہے کہ اُس کی روح اور جسم کا آقا و مالک رومیو ہے۔ کچھ ایسا ہی جواب ہیر نے بھی دیا تھا۔ تاہم جولیٹ کے یہ باغیانہ الفاظ اور اس کے والد کی جانب سے جابرانہ جواب سے ہمیں یہ واضح ہو جاتا ہے کہ رومیو اور جولیٹ کی محبت کا اختتام نہایت ہی بھیانک ہوگا۔

رومیو جو کہ ڈرامے کا مرکزی کردار ہے، جو گفتگو بھی کرتا ہے، اس کا مرکز نگاہ جولیٹ ہی ہوتی ہے۔ یوں ہم دیکھتے ہیں اس کا کردار ثانوی حیثیت اختیار کر جاتا ہے جیسا کہ ہیر رانجھا میں رانجھے کے کردار کو نہایت دبا دبا محسوس کرتے ہیں۔ رومیو محبت کی بات کرتا ہے مگر جولیٹ بذات خود محبت کا استعارہ ہے۔ رانجھا محبت کے راگ الاپتا ہے تو ہیر موسیقی کا استعارہ ہے۔ اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ جونہی رومیو کو جولیٹ کی موت کی خبر ملتی ہے وہ بھی مزید جینا نہیں چاہتا بالکل ایسے ہی جب رانجھے کو ہیر کے مرنے کی اطلاع ملتی ہے تو رانجھا اسی وقت اپنی جان دے دیتا ہے:

رانجھے وانگ فرہاد دے آہ کڈھی جان گئی سُو ہو ہوا میاں
دوویں دار فناہ تھیں گئے ثابت جائے پھرے نیں دار بقا میاں
دوویں راہ مجاز دے رہے ثابت نال صدق دے گئے وہاء میاں
وارث شاہ اس خواب سرائے اندر کئی واجڑے گئے وجا میاں[20]

ترجمہ: رانجھے نے فرہاد کی طرح زور سے چیخ ماری اور اس کی روح جسم سے جدا ہوگئی۔ وہ دونوں (ہیر اور رانجھا) اس جہان فانی سے ایک دوسرے سے کیے ہوئے قول وقرار پر قائم رہ کر ثابت قدم رہے اور اگلے جہان چلے گئے۔ وہ دونوں راہِ مجاز میں ثابت قدم رہے اور بڑے صدق اور سچائی کے ساتھ وقت گزار کر گئے۔ وارث شاہ دنیا میں، جو کہ ایک خواب سرائے ہے کئی لوگ آئے اور اپنے اپنے باجے بجا کر چلے گئے۔

رومیو کی اگرچہ روزالین سے منگنی ہوئی ہوتی ہے مگر جس لمحے وہ جولیٹ کو دیکھتا ہے اسی وقت سے وہ اس کا جینا مرنا قرار پاتی ہے۔ اُسے یاد ہی نہیں رہتا کہ روزالین بھی کوئی تھی۔

Friar Laurence:

God pardon sin! Wast thou with Rosaline?

Romeo: With Rosaline, my ghostly father? No;

I have forgot that name, and that name's woe (22)

ترجمہ: پادری: خدا ہمارے گناہوں کو معاف کرے، کیا روزالین کے ہاں رات گزاری۔

رومیو: نہیں بابا! روزالین کے پاس نہ تھا۔ اس کا تو نام تک میں نے بھلا دیا ہے اور اگر نام یاد آ جاتا ہے تو افسوس ہوتا ہے۔ (ترجمہ بقلم مقالہ نگار)

Romeo: Then plainly know my heart's dear love is set
On the fair daughter of rich Capulet:
As mine on hers, so hers is set on mine; (23)

ترجمہ: رومیو: تو پھر سنیئے کہ امیر کیپولٹ کی حسین بیٹی پر میرا دل آ گیا ہے اور جیسا عشق مجھے اس سے ہے ویسا ہی عشق اسے مجھ سے ہو گیا ہے۔ (ترجمہ بقلم مقالہ نگار)

اس بات کی مزید تصدیق درج ذیل بند سے ہو جاتی ہے کہ رومیو کی روزالین سے محبت محض سرسری سی تھی:

Friar Laurence
Holy Saint Francis, what a change is here!
Is Rosaline, whom thou didst love so dear,
So soon forsaken? Young men's love then lies
Not truly in their hearts, but in their eyes.
Jesu Maria, what a deal of brine
Hath wash'd thy sallow cheeks for Rosaline!
How much salt water thrown away in waste,
To season love, that of it doth not taste!
The sun not yet thy sighs from heaven clears,
Thy old groans ring yet in my ancient ears;
Lo, here upon thy cheek the stain doth sit
Of an old tear that is not wash'd off yet:
If e'er thou wast thyself and these woes thine,
Thou and these woes were all for Rosaline:
And art thou changed? pronounce this sentence then,
Women may fall, when there's no strength in men.
Romeo
Thou chid'st me oft for loving Rosaline.
Friar laurence
For doting, not for loving, pupil mine. .

Romeo
I pray thee, chide not; she whom I love now
Doth grace for grace and love for love allow;
The other did not so. (24)

ترجمہ: پادری: قسم ہے فرانسس ولی مقدس کی یہ جو کچھ عجیب کایا پاٹ ہوئی ہے۔ کیا روزالین سے جسے تم اپنی سمجھنے لگے تھے بالکل ہی قطع تعلق ہو گیا۔ سچ ہے نوجوانوں کا عشق ان کے دلوں میں نہیں بلکہ نظروں میں ہوا کرتا ہے۔ جناب مسیح کی قسم جوان آدمی، کل کی بات ہے کہ روزالین کے عشق میں تمہارے آنسو دونوں رخساروں پر بہا کرتے تھے۔ کیا اب وہ آنسو سب ہوا ہو گئے۔ کیا اب ان آنسوؤں کا نمک روزالین کے عشق میں ذائقہ نہیں پیدا کرتا۔ کیا اب وہ چاشنی بھلی نہیں معلوم ہوتی۔ کیا اب اس کی چاہ میں کوئی لطف نہیں رہا۔ حدت آفتاب نے کبھی تمہاری آہوں کے غبار کو میری یاد سے دور نہیں کیا ہے؟ اس وقت کی تمہاری آہ و فغاں ابھی تک مجھ بڈھے کے کانوں میں گونج رہی ہے۔ دیکھو! اب تک تمہارے ان آنسوؤں کے نشان تمہارے رخساروں پر موجود ہیں۔ حقیقت میں اگر کبھی تم تم تھے کوئی اور نہ تھے اور عشق میں جو رنج و اضطراب تم سے ظاہر ہوتا ہے وہ سچا رنج و اضطراب تھا تو پھر تم اور تمہاری آہ وزاریاں روزالین کے لیے تھے کسی اور کے لیے نہ تھے۔ تو کیا اب تم بالکل بدل گئے۔ اگر مرد میں ثبات اور استقلال نہ ہو تو وہ عورت کے زوال کا باعث ہو جاتا ہے۔

رومیو: آپ مجھے روزالین سے عشق کرنے پر کیوں اتنی سخت ملامت کرتے ہیں۔

پادری: نہیں اے عزیز! میں تمہارے عشق پر تمہیں برا نہیں کہتا بلکہ تمہارے تلون اور بے ثباتی پر تجھے ملامت کرتا ہوں۔

رومیو: خدا کے لیے مجھے ملامت مت کیجیے جس سے مجھے اب عشق ہوا ہے وہ عشق کے بدلے عشق اور محبت کے بدلے محبت رکھتی ہے۔ روزالین میں یہ بات کہاں۔ (ترجمہ بقلم مقالہ نگار)

رومیو کے ان آخری الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ روزالین کی محبت یک طرفہ تھی اور جولیٹ کا اُس کی زندگی پر گہرا اثر ہے۔ دوسری جانب ہیر رانجھا میں ہم دیکھتے ہیں کہ سیدے کھیڑے کی محبت بھی یک طرفہ ہے۔ ہیر رانجھے کی ہے اور رانجھا ہیر کا۔ انہوں نے اپنے عمل سے یہ ثابت کر دیا کہ وہ رومیو جولیٹ کی طرح یک جان دو قالب ہیں۔

اختتامیہ:

ولیم شیکسپیئر کے منتخب ڈرامہ "رومیو اور جولیٹ" اور وارث شاہ کی "ہیر" کے اس مفصل اور جامع مطالعے اور نسوانی کرداروں کے تقابل کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ دونوں ادیبوں کے سماج میں

عورت کی سماجی، سیاسی و معاشی حالت لگ بھگ یکساں تھی۔ دونوں ہی مردانہ سماج کی جکڑ بندیوں میں پھنسی ہوئی ہیں۔کبھی مذہب کے نام پر اور کبھی روایات کے نام پر ماں، بہن، بیٹی اور بیوی یعنی ہر حیثیت کی عورت کو قربانی کے لیے پیش کیا جاتا ہے لیکن ہیر کا کردار انگلستان کے معاشرے کی نسبت نمایاں ہے۔وہ انگلستانی معاشرے کی نسبت دبی دبی نظر نہیں آتی بلکہ علم بغاوت بلند کرتی دکھائی دیتی ہے۔

ہم اس نتیجے پر بھی پہنچے ہیں کہ اگر کہیں عورت نے مردانہ سماج سے بغاوت کا سوچا بھی ہے تو اُسے اس کی بھاری قیمت چکا نا پڑی ہے۔ وہ نہ تو شادی کے معاملے میں خودمختار ہے اور نہ ہی زندگی کے دیگر اہم کاموں کے لیے اس سے مشاورت کی جاتی تھی۔ اس کا کام گھر میں بچوں کی نگہداشت اور روٹی کپڑے کی تقسیم تک محدود تھا۔ اگر وہ گھر سے باہر بھی نکلی ہے تو صرف کھیتوں میں کام کرنے کے لیے اور فیکٹریوں میں ملازمت کے لیے۔ دن بھر کی مزدوری کے بعد وہ گھر میں داخل ہوتے ہی نئے سرے سی تمام ذمہ داریوں کا بوجھ سر پر اٹھا لیتی ہے۔ یوں مغرب اور مشرق کی عورت کی روزمرہ زندگی مشقت و مصائب بھری ہے۔لیکن شیکسپیئر کے نسوانی کرداروں کے مقابلے میں وارث شاہ کے عہد کی عورت گو سماجی بندھنوں میں بندھی نظر آتی ہے مگر وہ اپنی آواز بلند کرنے کا ہُنر جانتی اور اپنا حق پہچانتی نظر آتی ہے۔

حوالہ جات:

* ریسرچ سکالر پی ایچ۔ڈی، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

1- Gulian C. Verplanck, Ed. 1847- Shakespeare's Plays With His Life, (New York: Harper &Brothers, Publishers, Vol.I,) page-53

2- Kenneth Muir, 1977, The Sources of Shakespeare's Plays, (UK: Methuen &Co. Ltd.) Page-1- Introduction

3- ڈاکٹر آصف ریاض قدیر (مرتب) پنجابی شاعروں کا جدید تذکرہ (اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، 2017ء)103۔

4- تنویر بخاری۔ وارث شاہ (اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، 2012ء) 71۔70۔

5- شفقت تنویر مرزا (مصنف)، مترجم امجد علی بھٹی۔ پنجاب لوک ریت: تاریخ کے تناظر میں (اسلام آباد: دوست پبلی کیشنز، 2014ء) 247۔

6- ڈاکٹر آصف ریاض قدیر (مرتب) پنجابی شاعروں کا جدید تذکرہ، 103۔

7- The Complete Works of William Shakespeare, Act 1, Scene 1, Lines 20-21,P.168

8- The Complete Works of William Shakespeare, Act 3, Scene 5, Line 24, P.181

9- The Complete Works of William Shakespeare, Act.4, Scene 3, Line 19, P.183

10- امجد علی بھٹی/احسان اللہ طاہر۔ ہیر وارث شاہ (لاہور: فکشن ہاؤس لاہور،)91-590۔

11- امجد علی بھٹی/احسان اللہ طاہر۔ ہیر وارث شاہ، 591-592۔

12- Shakespeare's Heroines :Woman as the Main Character in William Shakespeare's double-named Tragedies Antony and Cleopatra and Romeo and Juliet, P.22

13- The Complete Works of Shakespeare, Act 3, Scene 5, Lines 138-139, P.181

14- The Complete Works of William Shakespeare, Act 3, Scene 5, Lines 138-139, P.181

15- The Complete Works of William Shakespeare, Act 3, Scene 5, Lines 138-139, P.181

16- The Complete Works of William Shakespeare, Act 3, Scene 5, Lines 138-139, P.181

17- The Complete Works of William Shakespeare, Act 3, Scene 5, Lines 160-63, P.181

18- The Complete Works of William Shakespeare, Act 3, Scene 5, Lines 164-65, P.181

19- The Complete Works of William Shakespeare, Act 3, Scene 5, Lines 166-67, P.181

20- The Complete Works of William Shakespeare, Act 4, Scene-1, Lines 17-19, P.182

21- امجد علی بھٹی/احسان اللہ طاہر۔ ہیر وارث شاہ، 595۔

22- The Complete Works of William Shakespeare, Act 2, Scene 3, Lines 46-48, P.175

23- The Complete Works of William Shakespeare, Act.2, Scene 3, Lines 57-59, P.175

24- The Complete Works of William Shakespeare, Act 2, Scene 3, Lines 64-86, P.175